محمد وسیم اختر مفتی

حضرت مسعود بن قاری رضی اللہ عنہ اور بنو قارہ

حضرت مسعود بن قاری کے والد کا نام ربیعہ (یا ربیع یا عامر) تھا۔عمرو بن سعد ان کے دادا اور عبدالعزیٰ بن حمالہ (یا محلم) سکڑ دادا تھے۔خزیمہ بن مدرکہ قریش کے جد مضر کے پوتے تھے۔ان کے بیٹے ہون مسعود کے دسویں، جبکہ ان کے بھائی کنانہ بن خزیمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چودھویں جد تھے۔قارہ ہون بن خزیمہ کے بیٹوں عضل اور دیش کا لقب تھا۔بنو کنانہ کے حکم (قاضی) یعمر بن شداخ نے جب ان بھائیوں کے کنبوں کو بنو کنانہ اور قریش میں بانٹ دینے کا فیصلہ سنایا تو یہ اکٹھے ہو کر ڈٹ گئے، تب قارہ (لفظی معنی: سیاہ چٹان، چھوٹا پہاڑ) ان کا لقب ہو گیا۔اس موقع پر قارہ کے ایک شخص نے یہ شعر کہا:

دعونا قارة لا تنفرونا

فنجفل مثل أجفال الظليم

(ہمیں ایک مضبوط پہاڑ کی طرح (مجتمع) رہنے دو، اس طرح تتر بتر نہ کرو کہ ہم شتر مرغ کی طرح دور دور نکل جائیں)

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق حضرت مسعود بن قاری کے چھٹے جد غالب بن محلم کا بھائی دیش بن محلم اور اس کا بیٹا عضل اس لقب سے ملقب ہوئے۔ابن عبدالبر اور ابن حجر نے ہون بن خزیمہ ہی کو قارہ قرار دیا ہے، جبکہ زبیری قارہ کو عضل اور دیش کا تیسرا بھائی بتاتے ہیں۔قارہ خاندان کے افراد ماہر تیر انداز تھے۔ایک بار قارہ اور بنو اسد کے دو افراد کا جھگڑا ہو گیا۔قاری نے اسدی سے کہا: تم چاہو تو میں تمھارے ساتھ کشتی کروں، دوڑ لگانے کا یا تیر اندازی کا مقابلہ کر لوں؟ اسدی نے تیر اندازی کا انتخاب کیا تو قارہ کے شخص نے کہا:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قد انصف القارة من راماها

(قارہ سے انصاف کیا جس نے اس سے تیراندازی کا مقابلہ کیا، یعنی ایک چٹان پر تیر پھینکنے والا نامراد ہی ہوتا ہے)

یہ کہہ کر اس نے تیر نکالا اور اسدی کے دل میں ترازو کر دیا۔ دوسری روایت کے مطابق یہ مصرع اس وقت کہا گیا جب بنوبکر اور قریش میں جنگ ہوئی، قارہ نے قریش کا ساتھ دیا اور ان کی تیراندازی سے قریش کو فتح حاصل ہوئی۔

زمانۂ جاہلیت میں کنانہ، مزینہ، حکم اور قارہ قبیلوں کے افراد اور ان کے مفرور غلام جتھے بنا کر تہامہ کے پہاڑوں میں چھپ جاتے اور گزرنے والے قافلوں اور مسافروں کو لوٹتے۔ ظہور اسلام کے بعد عرب ایک منظّم مملکت میں ڈھل گیا تو انھیں احساس ہوا کہ وہ اپنی سابقہ روش برقرار نہ رکھ سکیں گے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور امان چاہی۔ آپ نے ابی بن کعب کو بلا کر یہ فرمان لکھوایا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد نبی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اللہ کے آزاد بندوں کو یہ تحریر لکھ کر دی جاتی ہے، اگر یہ (ڈاکو) ایمان لے آئیں اور (مجرمانہ روش چھوڑ کر) نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان میں سے جو غلام ہیں، آزاد کر دیے جائیں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مولا ہوں گے اور جو کسی قبیلہ سے تعلق رکھتا ہوگا، اسے (اس کے سابق آقا) کے پاس نہ لوٹایا جائے گا۔ (زمانۂ جاہلیت میں) لوٹے ہوئے مال اور قتل کیے ہوئے مقتولوں کی دیت بھی ان سے وصول نہ کی جائے گی۔ البتہ ان کے لیے ہوئے قرض قرض خواہوں کو واپس کیے جائیں گے اور کسی پر ظلم و زیادتی روا نہ رکھی جائے گی۔ جو (راہ زن) اپنے دین پر قائم رہے گا، اسے اس کے ہم مذہبوں میں واپس بھیج دیا جائے گا۔''

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

مکہ میں اہل ایمان کا جینا دوبھر ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولوالعزم صاحب سیدنا ابوبکر نے بھی آپ کی اجازت سے حبشہ ہجرت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مکہ سے پانچ ایام کی مسافت پر واقع مقام برک غماد پہنچے تو انھیں قبائلی سردار ابن دغنہ (اصل نام: مالک یا حارث بن زید) ملے اور کہا: میں آپ کو پناہ فراہم کروں گا۔ آپ جیسے صلۂ رحمی کرنے والے اور بے کسوں کا سہارا بننے والے نیک دل انسان کو مکہ سے نکلنا نہیں چاہیے۔ چنانچہ وہ واپس ہو لیے۔ امام بخاری (رقم ۳۹۰۵) نے ابن دغنہ کو سید قارہ (ہون بن خزیمہ کی اولاد)، جبکہ ابن اسحاق نے سید احابیش قرار دیا ہے۔ احابیش احبوشۃ کی جمع ہے، قریش، کنانہ اور خزاعہ قبیلوں کے افراد جنھوں نے مکہ کے حُبشی نامی پہاڑ کے نزدیک اکٹھے ہو کر عہد و پیمان کیا، احبوشہ کہلاتے ہیں۔ ابن اسحاق یہ بیان کرنے کے بعد کہ ابن دغنہ عبدمناۃ بن کنانہ کی ذریت ہیں، وضاحت کرتے ہیں کہ حارث بن عبدمناۃ کے علاوہ ہون بن خزیمہ اور بنوخزاعہ کی شاخ بنومصطلق بھی احابیش میں شامل ہیں۔ ابن دغنہ کی کنیت سے معروف ایک اور صحابی بھی ہیں جن کا اصل نام ربیعہ بن رُفیع سلمی

ہے، ان کا ذکر غزوۂ حنین کے ضمن میں آتا ہے۔

مدینہ میں موجود مسعود کے اہل خانہ بنوقاری کہلاتے تھے۔

مسعود کی کنیت ابوعمیر ہے۔

مسعود بن قاری بنوعبدمناف بن زہرہ کے حلیف تھے۔

مسعود بن قاری قدیم الایمان ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارارقم جانے سے پہلے وہ نعمت اسلام سے سرفراز ہو چکے تھے۔ 'السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ'* کی فہرست ابن اسحاق نے مرتب کی اور ابن ہشام نے ''السیرۃ النبویۃ'' میں نقل کی۔ گمان غالب ہے کہ اس کی ترتیب اتفاقی نہیں، بلکہ واقعاتی اور تاریخی (chronological) ہے۔ اس کی رو سے اسلام کی طرف لپکنے والے خوش نصیبوں میں مسعود بن قاری کا نمبر تئیسواں ہے۔

باقی اہل ایمان کی طرح مسعود بن قاری نے بھی مدینہ ہجرت کی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبید بن تیہان کے ساتھ ان کی مواخات قائم فرمائی۔ مسعود بن قاری نے جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق، جنگ خیبر، جنگ حنین اور باقی تمام غزوات میں شرکت کی۔

مشہور یہی ہے کہ حضرت مسعود بن قاری نے ۳۰ھ میں وفات پائی۔ تاہم زہری کا کہنا ہے کہ انھوں نے غزوۂ خیبر میں شہادت پائی۔ ان کی عمر ساٹھ سال سے کچھ اوپر تھی۔ ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

معرفۃ الصحابہ کی کتب میں بنوقارہ کے ایک اور صحابی حضرت مسعود بن عمرو قاری (غفاری: ابن ہشام، عمرو بن قاری: ابن کلبی) کا ذکر آتا ہے۔ جنگ حنین کے اختتام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم جمع کر کے جعرانہ لے جانے کی ذمہ داری ان کو سونپی۔ اسیروں اور مال غنیمت کی حفاظت کے لیے آپ نے حضرت مسعود بن عمرو کو متعین فرمایا اور خود طائف تشریف لے گئے۔ طائف فتح کرنے کے بعد آپ جعرانہ لوٹے اور اسیروں اور مال غنیمت کی تقسیم فرمائی۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ روایت کہ مسعود کے ایک بھائی حضرت عمرو بن ربیع تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور غزوۂ بدر میں شرکت کی، پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی۔

قارہ کے دیگر افراد میں حضرت مسعود بن قاری کے پوتے عبدالرحمٰن بن عبد قاری، عبدالرحمٰن کے بیٹے محمد اور ابراہیم اور ان کے بھتیجے ابراہیم بن عبداللہ مشہور ہیں۔ ہشام بن محمد کلبی کہتے ہیں کہ حضرت مسعود بن قاری کے پڑپوتے محمد بن عبدالرحمٰن نے اہل مدینہ کے بارے میں مروان بن حکم کی بات رد کی۔ بہت کھوج کے باوجود ہمیں اس

* التوبہ ۹: ۱۰۰۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

قضیے کی تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔ تاہم اس سے ملتا جلتا واقعہ مسلم کی روایت ۳۲۹۵ میں بیان ہوا ہے۔ اموی حکمران مروان بن حکم نے ایک بار عوام کے سامنے خطبہ پڑھا۔ اس نے مکہ اور اہل مکہ کا ذکر کرتے ہوئے مکہ کی حرمت کا حکم بیان کیا، جبکہ مدینہ، اہالیان مدینہ اور حرمت مدینہ کا تذکرہ تک نہ کیا۔ مشہور صحابی حضرت رافع بن خدیج پکار اٹھے: کیا وجہ ہے کہ آپ نے مکہ اور اس کے سکان کا ذکر خیر کرتے ہوئے مکہ کی حرمت بیان کی اور مدینہ کا حرم ہونا اور اس کے باشندگان کا اہل حرم ہونا نہ بتایا، حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسیاہ وسنگلاخ میدانوں کے مابین واقع شہر مدینہ کو حرم قرار دیا ہے۔ آپ کا یہ فرمان ہمارے پاس یمنی قبیلہ خولان کے بنے ہوئے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھا ہوا موجود ہے، اگر چاہیں تو ہم دکھا دیں؟ مروان چپکا ہو رہا اور کہا: اس فرمان نبوی کا کچھ حصہ میں نے بھی سن رکھا ہے۔

مطالعۂ مزید: جمہرۃ النسب (ابن کلبی)، السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، تاریخ الامم و الملوک (طبری)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (ابن اثیر)، تاریخ الاسلام (ذہبی)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، فتح الباری (ابن حجر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، عمدۃ القاری (عینی)، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام (جواد علی)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

''...بہت سے لوگ جب روزے میں کھانے پینے اور اِس طرح کی دوسری دل چسپیوں کو چھوڑتے ہیں تو اپنی اِس محرومی کا مداوا اُن دل چسپیوں میں ڈھونڈنے لگتے ہیں جن سے اُن کے خیال میں روزے کو کچھ نہیں ہوتا، بلکہ وہ بہل جاتا ہے۔ وہ روزہ رکھ کر تاش کھیلیں گے، ناول اور افسانے پڑھیں گے، نغمے اور غزلیں سنیں گے، فلمیں دیکھیں گے، دوستوں میں بیٹھ کر گپ ہانکیں گے اور اگر یہ سب نہ کریں گے تو کسی کی غیبت اور ہجو ہی میں لپٹ جائیں گے۔ روزے میں پیٹ خالی ہو تو آدمی کو اپنے بھائیوں کا گوشت کھانے میں ویسے بھی بڑی لذت ملتی ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بعض اوقات صبح اِس مشغلے میں پڑتے ہیں اور پھر موذن کی اذان کے ساتھ ہی اِس سے ہاتھ کھینچتے ہیں۔'' (میزان، جاوید احمد غامدی ۳۶۲)